پروفیسر خالد شبیر احمد

آغا شورش کاشمیری رحمتہ اللہ علیہ

شورش کاشمیریؒ کا نام لب پہ آتے ہی غیرت، حمیت، بہادری، ایثار، قربانی، شجاعت، عزم، استقلال، جوش، ولولہ، طنطنہ، ہمہمہ، دبدبہ جیسے تمام الفاظ کی ایک لغت دل ودماغ پر رقص کرنا شروع کر دیتی ہے۔ فضا میں ایک خاص قسم کا ارتعاش سا محسوس ہوتا ہے اور دل سے آواز آتی ہے کہ شورش کی بہادری عظمتِ احرار کے ماتھے کا جھومر ہے۔ جس کی چمک دمک آنے والی نسلوں کے لیے نہ صرف مشعل راہ ہوگی بلکہ باعثِ عزت وشرف بھی۔ شورش کاشمیریؒ ظلم وستم کی ہر ایک ریت سے ٹکرا گیا اس لیے کہ اسے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت سے بے پناہ لگاؤ تھا۔ اسی لیے وہ ختم نبوت کے محاذ پر عمر بھر لڑتا رہا اور دادِ شجاعت حاصل کرتا ہوا جانبِ منزل بڑھتا ہی رہا۔ بالآخر اُس مردِ حق پرست نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوا کر ہی دم لیا۔ شورش کاشمیریؒ امیر شریعتؒ کی تحریک ختم نبوت کا وہ نڈر رہنما ہے جو عمر بھر راہِ صداقت پر چلتا رہا اور اس راہ میں آنے والی صعوبتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کر کے اہل اسلام کے دل ودماغ میں اپنا مقام پیدا کر گیا۔ اُس نے مشکلات کے باوجود بڑے حوصلے، بڑے صبر اور بڑے سکون واطمینان کے ساتھ زندگی بسر کی' اُس کے بارے میں کہا جا سکتا ہے:

چن لی تھی میں نے آپ کٹھن مرحلوں کی راہ
کاٹی ہے قیدِ زیست بڑے حوصلوں کے ساتھ

یہ ایک حقیقت ہے جس سے کوئی ذی شعور انکار نہیں کر سکتا کہ شورش کاشمیریؒ نے آغوشِ احرار میں تربیت حاصل کر کے تحریکِ استخلاصِ وطن میں ایک نمایاں مقام حاصل کیا۔ شورش نے بڑی تمکنت اور وقار کے ساتھ استبدادِ افرنگ کو اپنے پاؤں تلے روندا۔ شورش کاشمیریؒ کی جرأت وبے باکی اور اُس کے عزم واستقلال، قربانی وایثار کی داستانیں تاریخ حریت پاک وہند کا ایک سنگین ودلخراش باب بھی ہیں کہ جن کی سنگینوں کے آگے پتھروں کے دل بھی چھوٹ جاتے ہیں۔ شورش کاشمیریؒ نے اپنے خونِ قلب وجگر سے آزادی کی شفق میں سرخیاں بھریں۔ شورش نے اپنی پوری جوانی قیدِ تنہائی کی نذر کر دی۔ شورش کاشمیریؒ نے امیر شریعتؒ اور مجلس احرار اسلام کی قیادت میں لاکھوں انسانوں کو درسِ حریت دیا۔ شورش کاشمیریؒ مطلعِ احرار سے آندھی بن کر اٹھا، بادل بن کے گرجا اور قصرِ باطل پر بجلی بن کے لپکا۔ شورش کے جذبۂ جواں کی یلغار سے فرنگی استعمار پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ جس کی تقریر میں آبشار کا بہاؤ تو تحریر میں تلوار کا گھاؤ تھا۔ جس کے اسلوب میں جدت تو خیالات میں وسعت، جس کی زبان میں حلاوت تو بیان میں سلاست تھی۔ غرض یہ کہ اُسے قدرتِ

کاملہ نے بے پناہ، خوبیوں سے نوازا تھا اور اُس نے ان خوبیوں اور صلاحیتوں کو راہِ آزادی پر بے دریغ نچھاور کر دیا۔

آج زمانہ شورش کی قربانیوں اور خوبیوں پر ناز کرتا ہے۔ ان کی عظمت ہمارے دل و دماغ پر اس طرح چمک رہی ہے جس طرح شب کی تاریکیوں میں آسمان کی وسعتوں پر کوئی روشن ستارہ جگمگ کرتا دلوں کو گرماتا اور آنکھوں کو لبھاتا ہے اور یہ بات ہم تک ہی محدود نہیں ہے۔ آئندہ آنے والی نسلیں بھی شورش کاشمیری کے کارناموں پر نازاں و شاداں ہوں گی اور آسمانِ حریت پر شورش کی عظمت و سطوت کا چاند ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یونہی چمکتا دمکتا رہے گا۔

تقسیم ملک کے بعد اگر چہ شورش کاشمیری نے سیاسی زندگی کو خیر باد کہہ کر صحافتی زندگی کو اختیار کر لیا تھا۔ تاہم میدانِ صحافت میں بھی شورش کے کارنامے میدانِ سیاست سے کسی طور کم نہیں۔ میدانِ صحافت میں بھی شورش کاشمیریؒ نے اپنا رنگ جمایا۔ ایک انوکھا انداز اختیار کیا کہ اب صحافت تا قیامت اُس انداز کو ترستی رہے گی لیکن اُسے پا نہ سکے گی۔ شورش نے مولانا ابوالکلام آزاد کے ''الہلال'' و ''البلاغ''، مولانا محمد علی جوہر کے اخبار ''ہمدرد'' و ''کامریڈ''، مولانا حسرت موہانی کے ''اردوئے معلیٰ'' اور مولانا ظفر علی خان نے اخبار ''زمیندار'' کے سب رنگ ایک نئی ترنگ میں شامل کر لیے تھے۔ جس ترنگ کا نام ہفت روزہ ''چٹان'' ہے۔ شورش نے اپنے قلم سے لوگوں کے اذہان میں وہ تازگی، دلوں میں وہ جذبہ، افکار میں وہ بصیرت پیدا کر دی جو زندہ قوم کے لیے ضروری اور لازمی ہوتی ہے۔ شورش کے قلم سے وہ شرارے نکلے جنھوں نے سیاسی دھاندلی، مذہبی بے غیرتی، وزارتی کاسہ لیسی، صدارتی زلّہ خواری و چاپلوسی کے خرمنِ پُر خار کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ شورش کا قلم مجاہد کی تلوار بن گیا۔ جس کے اردگرد بے دین سیاست، بے مہر قیادت، بے جان صحافت کے کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ یہ بات بڑے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ شورش کے قلم سے جس قدر عظمتِ اصول، دیانتِ صحافت، شرافتِ انساں، تحفظِ دین، احساسِ ذمہ داری اور جذبۂ حب الوطنی پر لکھا گیا ہے پورے ملک کے اندر کوئی دوسرا ادیب یا صحافی اس میدان میں شورش کے سامنے نہیں لایا جاسکتا ؎

یوں تو ادیب آئیں گے لاکھوں جہان میں
شورش سا پیدا ہو گا کہ اب کوئی نام ور

جس انسان کے پیشِ نظر امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی زندگی ہو علامہ اقبال اور مفکرِ احرار چودھری افضل حق کا فکر، مولانا محمد علی جوہر، مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا ظفر علی خان کا معیارِ صحافت اُس کے قلم سے اگر قصرِ وزارت و صدارت میں زلزلہ برپا ہو جائے تو کوئی تعجب اور حیرانی کی بات نہیں۔ جس کے ہاتھ فرنگی استبداد و اقتدار کے گریبان تک پہنچے ہوں۔ اُس کے قلم سے کسی بڑے سیاسی مداری یا پھر مذہبی لٹیرے کی قبا تار تار ہو جائے تو کوئی انہونی بات نہیں۔ شورش نے جس بات کو حق سمجھا، کہا اور اس حق گوئی کے جرم ناحق میں جب بھی شورش پر کوئی افتادِ نا گہانی آن پڑی۔ اُس خندہ پیشانی سے اُس کا استقبال کیا۔ طوفانِ حوادث کے جھونکے اپنی شدت کے باوجود شورش کے پائے ثبات میں

لغزش پیدا نہ کر سکے۔ ایڈیٹر ''چٹان'' چٹان کی طرح اپنے مؤقف کی صداقت پر ڈٹا رہا۔ چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ شاہوں کے گریبان سے کھیلنے والا مردِ مجاہد میدانِ صحافت میں بھی اپنا ایک بلند اور منفرد مقام رکھتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج قوم کا ہر مرد وزن اپنے دل و دماغ کی گہرائیوں سے ہفت روزہ ''چٹان'' کی خدماتِ جلیلہ کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ شورش کاشمیری کی کتابِ زندگی کے اوراق داستانِ دار و رسن سے بھرے پڑے ہیں۔ اس داستان میں شورش کے وقار، اُس کے عزم و استقلال کی بات نمایاں حیثیت رکھتی ہے اور کہنا پڑتا ہے کہ:

جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جان کی کوئی بات نہیں

یا پھر......

تاریخ میں لکھا گیا ، محفوظ ہو گیا
جس دھج سے کوئی زینتِ دار و رسن ہوا

نہ جانے کتنی بار گردشِ دوراں نے شورش کو مصائب و مشکلات کے آہنی پنجوں کے سپرد کیا اور نہ جانے کتنی بار ترکشِ ظلم و ستم سے سینۂ حق و صداقت چھلنی ہوا۔ بچپن، جوانی، بڑھاپا ہر موڑ پر زنجیروں نے شورش کو سلام کیا اور شورش نے راہِ حق میں ہر ابتلا، ہر مشکل کو خندہ پیشانی سے خوش آمدید کہا۔ آخری بار شورش نے مسئلہ ختم نبوت اور ردّ قادیانیت کے محاذ پر کراچی میں ۵۲ دنوں کی بھوک ہڑتال کی اور بالآخر حکومتِ وقت کو پسپائی اختیار کر کے شورش کو رہا کرنا پڑا تو کراچی سے لاہور تک شورش کا ایسا فقید المثال استقبال ہوا کہ تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ لوگ فرطِ محبت سے مدہوش شورش پر گرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ شورش کو اپنی آنکھوں میں سمالینا چاہتے ہیں۔ اپنے دل میں بٹھالینا چاہتے ہیں۔ لیکن یہ بات اُن کے بس میں نہیں تھی کراچی سے لاہور تک ہر ریلوے سٹیشن پر لوگوں کا عظیم اجتماع شورش کے استقبال کے لیے موجود تھا اور ختم نبوت زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے فضا میں ایک گونج پیدا کر رہا تھا۔ اس بار جس شان وشوکت سے شورش حکومتِ وقت کے ساتھ ٹکرایا۔ اس کی گونج رہتی دنیا تک سنائی دیتی رہے گی۔ گزرتے وقت کی آہنی چادر بصد کوشش بھی اس گرجدار آواز کو اپنی پھیلتی ہوئی وسعت میں خاموشی سے ہم کنار نہ کر سکے گی۔ کیوں شورش کی اس قربانی کا تعلق ناموس مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ سے تھا۔ جس کے بارے میں علامہ اقبال کہہ گئے ہیں:

بمصطفیٰ برساں خواہش را کہ دیں ہم اوست
گر بہ اُو نہ رسیدی تمام بولہبت

☆☆☆